قسط نمبر3

جناب مولانا انوارالحق صاحب
نائب مہتمم واستاذالحدیث جامعہ حقانیہ

شہیدوں کے خون سے منور سرزمین

افغانستان میں چار دن

جلال آباد میں طالبان کے سرکردہ رہنماؤں سے ملاقاتوں کے دوران افغانستان میں تعلیمی نظام کے بحالی کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہوئی ۔ معاندین ومخالفین کی مفسدانہ پراپیگنڈوں کے برعکس یہ معلوم ہوکر ہمارے حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اس بے سروسامانی ، مادی اسباب کی کمی اور جنگ میں مصروف طلباء نے صوبہ ننگرہار کے اس اہم مرکزی مقام کے تقریباً تمام اہم تعلیمی ادارے جو کافی عرصہ سے معطل ہوکررہ گئے تھے کو دوبارہ فعال کرکے پورے زوروشور سے تعلیمی سرگرمیاں شروع ہیں ۔ قدیم دینی ادارہ مدرسہ عربیہ نجم المدارس اور جدید علوم سے آراستہ افغانستان کی مشہور یونیورسٹی جس میں انجینئرنگ ومیڈیکل وغیرہ کے شعبہ جات کئی عشروں سے قائم ہیں ، مکمل طور پر بحال ہوکر اس میں ملکی وغیرملکی طلباء حسب سابق درس وتدریس میں مصروف ہیں ۔ فرق صرف یہ ہے کہ طالبان کی آمد سے قبل اسی جلال آباد یونیورسٹی کے کرتا دھرتا اور منتظمین اسلامی نظام سے عاری ، لادینی ، نظریات کے دلدادہ اور پڑھنے والے طلباء مخلوط طریقہ تعلیم کی وجہ سے مردوزن کے تفریق سے بے نیاز ہوکر مکمل طورپر مغرب کے بے دین اور آوارہ تعلیمی نظام کے حصار میں پھنس چکے تھے ۔ طالبان کے کنٹرول میں آنے کے بعد جہاں تمام جدید علوم کے شعبہ جات کو جاری وساری رکھا گیا وہاں اس اصول کی سختی سے پابندی کی گئی کہ حقیقی معنوں میں احکام الہٰی پر مشتمل اسلامی حکومت کے جامعات و اداروں کے سرپرست اور چلانے والے خود بھی دیندار ، خوف خدا رکھنے والے اور شریعت کے پابند ہوں اور ان اداروں میں پڑھنے والوں کو دیکھنے سے معلوم ہو کہ یہ ایک اسلامی معاشرہ وملک کے رہنے والے طلباء ہیں نہ کہ روسی ومغربی افکار ونظریات کے پرستار مادر پدر آزاد معاشرہ کے صرف نام کے مسلمان ہیں ۔ اس یونیورسٹی کو دیکھنے کا موقع تو نہ ملا ۔ جلال آباد سے کابل کی طرف روانگی کے بعد دوچار کلومیٹر دورشہر سے باہر اس ادارہ کے بلندوبالا عمارات کی ظاہری بوسیدگی ، خستہ حالی افغانستان میں پندرہ سالہ تباہی پر نوحہ کناں تھی ۔

ایسا لگتا تھا کہ اس طویل عرصہ میں جو بھی تخت افغانستان پر براجمان رہا صرف اپنے اقتدار اور کرسی کو بچانے میں مصروف رہا اور ان اہم تربیت گاہوں اور اداروں کے ظاہری ومعنوی ترقی کی طرف توجہ دینا تو دور کی بات ہے ان پہلے سے قائم شدہ اداروں کی مرمت اور نگہداشت کی فرصت بھی ان کو نہ مل سکی۔ جلال آباد کے حدود ومضافات سے نکل کر اب ہم کابل کے بین الاقوامی شاہراہ پر محوسفر تھے۔ یہ وہ راستہ ہے کہ کسی زمانے میں لوگ اسکی تشبیہ یورپ وعرب ممالک کے اعلیٰ معیار کے بنے ہوئے سڑکوں سے دیتے۔ مگر اب یہ شاہراہ مکمل کھنڈرات اور کھڈوں میں تبدیل ہوچکی ہے۔ ایک وقت ایسا بھی اس بین الاقوامی شاہراہ پر گزرا کہ میں اور حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب لاہور اس وقت کے پاکستان سے چلنے والے جی ٹی ایس بس میں بیٹھ کر جلال آباد سے قریباً تین ساڑھے تین گھنٹے میں کابل پہونچے۔ کسی جگہ سڑک کی ٹوٹنے اور سواری کو جھٹکے لگنے کا تصور بھی نہ تھا مگر اب اپنے ہم مذہب برائے نام مسلمانوں اور ان کے کمیونسٹ آقاؤں نے تیرہ سالہ یلغار کے دوران نہ صرف اسلامی افکار کو ختم کرنے کی کوشش کی بلکہ تمام فلاحی ورفاہی اداروں حتیٰ کہ شاہراہوں تک کے نام ونشان بھی مٹادئے اب تو نہ اس شاہراہ پر ڈرائیور آسانی سے گاڑی چلاسکتا ہے اور نہ پختہ سڑکوں پر سفر کرنے والا عادی مسافر کابل تک سفر کرنے کی صعوبت برداشت کرسکتا ہے۔ طالبان کے اپنے ملک میں اسلامی نظام کے اجراء کا صدمہ نہ صرف اسلام دشمن ممالک کو ہوا بلکہ پچاس کے قریب دنیا کے نقشے پر پھیلے ہوئے نام نہاد اسلامی ممالک بھی ان کو اپنے بیرونی آقاؤں کے اشارے پر امداد دینا، سڑکوں کی دوبارہ تعمیرومرمت میں تعاون تو درکنار سوائے پاکستان، سعودی عرب امارات کے تسلیم کرنے کے لئے بھی آمادہ نہیں۔ طالبان کو اسلامی جذبہ سے عاری دشمنوں نے ایسے معرکوں میں الجھایا ہوا ہے کہ ان کے پاس اس شاہراہ کے بڑھے بڑھے کھڈوں میں صرف مٹی اور ریت ڈال کر بھرنے کے نہ مواقع ہیں اور نہ وسائل۔ بہرحال محبوب صلعم کے لائے ہوئے شریعت کے نفاذ میں جو برکات، سکون وامن ہے اور سڑک کے اردگرد رہنے والے باسیوں اور اس شکستہ راہ پر شرعی نظام کے دلدادہ مہمانوں کے چہروں پر خوشی اور طمانیت کے جو آثار نمایاں ہوتے ہیں، وہ ترقی یافتہ ملکوں کے جدید ترین وپرآرائش شاہراہوں کے مسافروں اور نہ ان کے اردگرد کے مکینوں کے چہروں پر نظر آتی ہے۔ کابل پہونچ کر معلوم ہوا کہ ملک کے دیگر آمدورفت کے راستے تو اس بھی ابتر ہوچکے ہیں۔

جلال آباد سے نکلتے وقت ارادہ یہی تھا کہ شہر سے باہر نکل کر ظہر کی نماز ادا کریں گے۔ جلال آباد سے کابل تک تقریباً اکثروبیشتر سڑک دریائے کابل کی ساتھ ساتھ گزرتا ہے جسکا اپنا ایک

عجیب منظر ہے۔ جلال آباد شہر سے چند کلومیٹر اسی دریائے کابل پر ایک چھوٹا سا ڈیم ہے جس سے جلال آباد اور اردگرد کو بجلی کی سپلائی کی جاتی ہے، کے کنارے رک کر ظہر کی ادائیگی کا بعض ساتھیوں نے ارادہ کیا مگر حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کا طالبان تحریک کے دوران ان راہوں پر بار بار گزر رہتا ہے ان راستوں کے پیچ وخم سے وہ ہم سے زیادہ واقف تھے ان کے مشورہ پر اس ڈیم سے بیس پچیس کلومیٹر اور آگے کابل کی طرف جاکر سڑک کے کنارے ایک ہوٹل میں گاڑیاں روکدی جس کے متصل دریائے کابل کا دودھیا شفاف پانی بہہ رہا تھا تمام ساتھیوں نے دریا میں وضو کرکے اسی ہوٹل کے احاطے میں بنے ہوئے کچے چبوترہ نما مسجد میں نماز ظہر ادا کرلی۔

افغانستان میں جیسا کہ رواج ہے کہ لوگ دودھ اور چینی کے بغیر چائے وقہوہ کا استعمال کرتے ہیں اور کثرت سے پیتے ہیں۔ دودھ ملے چائے کا تصور سرے سے ہے ہی نہیں۔ ہم بھی بامر مجبوری اسی چائے پر اکتفا کرکے اگلے منزل کی طرف روانہ ہوئے۔ اسی راستے میں کچھ دیر سفر کرنے کے بعد سڑک کے کنارے کچھ پتھر وغیرہ رکھ کر اسپر ایک جھنڈا لہرا رہا تھا کے بارے میں بعض ان شریک سفر ساتھیوں سے پوچھا جو اس سے پہلے بھی کابل کے سفر کرچکے تھے۔ انہوں نے بتایا سروبی اور کابل پر چڑھائی کرنے والے طالبان کے شہرۂ آفاق کمانڈر ملا برجان کے ٹینک پر اسی جگہ توپ کا ایک گولہ گر کر انہوں نے جام شہادت نوش کیا۔ ملا برجان مرحوم کے اس جہاد کے دوران کارنامے اور ہر محاذ پر سب سے آگے رہ کر دشمن کو تہہ تیغ کرنے کے واقعات عام وخاص کو معلوم ہیں۔ یہ وہی ملا برجان ہیں جس نے مستحکم ترین علاقوں کو باآسانی فتح کرکے سروبی اور کابل کو دشمنوں کے تسلط سے آزاد کرانے کا عزم لیکر سروبی کے قریب ہی پہونچے تھے کہ مالک اجل نے ان کو اپنے پاس بلالیا۔ طالبان کے لشکر کو ان کے عزم واستقلال اور دینی حمیت وشجاعت پر اتنا اعتماد تھا کہ شہادت کے بعد اسکے قریبی ساتھیوں نے اس خطرہ کے پیش نظر کہ اسکے وفات کی اطلاع سے کہیں مجاہد طالبان کے حوصلے کمزور نہ پڑجائیں۔ کچھ دیر کیلئے ان کی شہادت کے خبر کو مخفی رکھ کر ان کا ٹینک بدستور سروبی کی طرف رواں دواں رہا اور طالبان سمجھتے رہے کہ مجاہدین کے قافلہ کی قیادت بدستور ملا برجان کررہے ہیں۔ جب طالبان نے سروبی فتح کرلیا تو اس کے وفات کی اطلاع اسکے کمانڈ میں آنے والے مجاہدین کو دیگئی۔ طالبان کے جہاد و مساعی کا مقصد صرف اورصرف افغان زمین پر شریعت کا نفاذ اور کلمۃ اللہ کی سربلندی ہے۔ اس راہ میں کوئی حادثہ یا بڑھے سے بڑھا واقعہ ان کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کرسکا، چنانچہ اس صدمہ جان کاہ موقع پر ان کے عزم اور جذبہ میں لغزش اور کمزوری کے بجائے مزید قوت واستحکام پیدا ہوا۔ ملا برجان کے شجاعت وکارناموں کا ذکر جاری تھا

کہ ہم سروبی کے حدود میں داخل ہوگئے۔

سروبی پہاڑوں کے درمیان گھرا ہو وسیع عریض علاقہ ہے۔ جس کے چاروں طرف آسمان کو چھونے والے پہاڑ اور ان پہاڑوں پر مخالف فریق کے طرف سے بنے ہوئے قلعہ بند، مورچے اور ہر قسم کے جدید سامان حرب جسکے بارے میں بڑے بڑے ماہرین جنگ، تجزیہ نگاروں کی رائے، اندازے اور تبصرے یہی تھے کہ طالبان اگر تمام افغانستان کو دشمن کے آھنی پنجہ سے آزاد بھی کرلیں مگر سروبی کو طالبان مخالف قوتوں نے اس انداز سے دفاعی طور پر سیل کیا ہوا تھا کہ اسے فتح کرنا طالبان کے روگ کی بات نہ تھی کیونکہ کابل تک رسائی کیلئے اسی چاروں اطراف سے محیط علاقہ کے درمیان گزرنے والے شاہراہ کے ذریعہ آگے جانا ہوگا۔ مگر انسان کے اپنے تدابیر او مالک الملک کے اپنے فیصلے جسے انسانی تدابیر سے نہ بدلہ جاسکتا ہے۔ اور نہ اس کا ٹالنا ممکن ہے۔ اس قادر مطلق ذات نے اس طبقہ فقراء وبوریہ نشینوں کے ہاتھوں جو صرف دین الہیٰ کے سربلندی کے خاطر سفید پرچم اٹھا کر اپنے مقدس جانوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کرنے کیلئے نکلے تھے۔ بڑے بڑے برجوں کو الٹتا تھا دیکھتے ہی دیکھتے اس قلعہ بند علاقے کو مکمل طور پر فتح کرکے تیزی سے آگے بھی نکل گئے۔ یہ ایسے مقامات ہیں جہاں پر ایک مسلمان تائیدایزدی کے ناقابل تصور واقعات کو دیکھ کر اس کا اللہ کے ارشاد "ان تنصـــرالله ینصرکم ویثبت اقدامکم" پر یقین مزید مستحکم ہوجاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جس کے آزاد کرنے کے بعد تجزیہ نگاروں اور پیش گوئی کرنے والے اصحاب کو اپنے پہلی والی رائے کو بدل کر اعتراف کرکے یہ کہنا پڑا کہ ظاہری اسباب وسائل کے اعتبار سے سروبی کو زیر کرنا ناممکن تھا۔ طالبان کی یہ کامیابی صرف اور صرف باری تعالیٰ کے غیبی نصرت ہی کا نتیجہ ہے۔ سروبی میں دریائے کابل پر بجلی کا مشہور ڈیم ہے جس سے سروبی اور اس کے اردگرد علاقوں بلکہ کابل کے اکثر حصوں کو بھی بجلی کی سپلائی کی جاتی ہے۔

سروبی اور اسکے مضافات سے نکلنے کے بعد پہاڑوں کا ایک دشوا گزار سلسلہ شروع ہوکر کابل نظر آنے تک یہی پہاڑی خمدار اور پیچ در پیچ راستہ پر چڑھنا ہوتا ہے جسے ریشمین تنگے کہا جاتا ہے۔ اس کھٹن اور دشوار ترین راستہ پر جبکہ دشمن اوپر پہاڑوں پر مورچہ زن ہوکر قابض ہو اور مجاہدین کو نیچے سے انہیں پہاڑوں کے اوپر ایک تنگ سڑک کے ذریعے دشمن کے توپ وتفنگ اور مائنز سے بھرپور راستہ کے ذریعہ چڑھنا ہو یہ کابل تک ہونے والے جنگ کا خوفناک، ناقابل تصور اور مشکل ترین مرحلہ ہے۔ جلال آباد سے کابل تک سارے شاہراہ پر دشمن نے بے شمار بارودی سرنگوں

کاایک جال بچھایا ہوا تھا اور یہ پہاڑی سلسلہ تو گویا مکمل طور پر بارود کے ایک ڈھیر کی شکل اختیار کرکے طالبان کو اسے عبور کرکے کابل تک رسائی حاصل کرنی تھی اس ناممکن مہم کے سر کرنے کا اندازہ وہ لوگ آسانی سے کرسکتے ہیں جو اپنے آنکھوں سے خوداس جگہ کا معائنہ کرلیں ۔ ہم اپنے گاڑیوں کے ذریعے اس راستے پر چڑھ کر اوپر ایک موڑ پر نیچے دیکھنے کیلئے رک گئے ، گاڑیوں سے اتر کر جب کئی ھزار فٹ ڈھلوان والے سڑک کا مشاہدہ کرنے لگ گئے تو بعض ساتھیوں کے تاثرات تھے کہ اگر ظاہری بے سہارا اور فقراء جماعت طالبان کے ساتھ رب کائنات کا خصوصی کرم وامداد نہ ہوتا تو دشمن کے اتنے مضبوط محاذ اور خط کو توڑکر ان پہاڑی راستوں اور سلسلوں پر قبضہ کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ترین ضرور ہے ۔ کیونکہ اگر اوپر کھڑے چند آدمی ہاتھوں میں کلاشنکوف تو کیا پتھر بھی لے کر نیچے سے اوپر کے طرف چڑھنے والوں کیلئے رکاوٹ بنناچاہیں تو اوپر کی طرف کسی کو آنے کی قطعاً ہمت نہیں ہوسکتی ۔ مگر یہاں تو معاملہ بالکل برعکس اوپر ہزاروں مسلح افراد ہر قسم کا مہلک اسلحہ ۔ٹینک ، راکٹ لانچراور نیچے سے آنے والے چند صد طلباء جن کے ساتھ واجبی اسلحہ اور سواریاں بھی نہ تھیں مگر اللہ کے ہاں جب اپنے دین کے اعلاء کیلئے ایک جماعت کی جذبہ ایمانی ، غیرت ملی اور قربانی قبولیت حاصل کرلے تو وہاں معاملہ ظاہری اسباب ووسائل کا نہیں بلکہ کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ کا ہوجاتا ہے اور ایمانی جذبہ سے معمور چند افراد کے راہ میں ھزاروں کی تعدادمیں دشمن کی فوج اور ان کے آلات حرب تو کیا بڑے بڑے پہاڑ بھی حائل نہیں ہوسکتے ۔ واقفین حال سے یہی معلوم ہوا کہ یہاں پر دشمن کے ھزاروں فوجی باوجود کثرت ومادی وسائل کے چند نہتے اور معمولی اسلحہ سے لیس طلباء کو دیکھ کر ان پر ایسا رعب طاری ہوا کہ بغیر لڑائی لڑے کابل کی طرف افراتفری کے عالم میں بھاگ کر اسلحہ وبارود کے بھرے ٹرک اپنے پیچھے چھوڑگئے ۔ اور کئی طلباء نے ان راستوں پر بچھائے ہوئے بے شمار بارودی سرنگوں کو ھٹانے کیلئے اپنے مقدس نفوس کی قربانیاں دیکر عالم اسلام کےتاریخ میں ایک نیاباب رقم کردیا ۔ یہی وہ ایمانی غیرت و حمیت ہے کہ اگر آج بھی دنیا کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے مظلوم ومجبور مسلمان اپنالیں تو " انتم الاعلون ان کنتم مومنین " کا مصداق بن کر ہر ظالم وجابر قوت کو شکست وریخت سے دوچار کرسکتے ہیں ۔ مگر بد قسمتی سے دنیا کے کروڑوں مسلمان اغیاروکفار کے کاسہ لیس بن کر ان کا جذبہ جہاد سردہوکر رہ گیا ہے ۔ جس کے نتیجہ میں اسلام دشمن قوتیں تو اسلام کے خوف سے مسلمان کے خلاف ہر جگہ متحد اور مسلمان افتراق وانتشار کا شکار ہوکر روزبروز پستی ذلت کی طرف دھکیلتے جارہے ہیں ۔ عصرکے قریب پہاڑوں کے طویل سلسلہ کے وسط میں بجلی کے پاور ہاؤس

ماہیپر پہونچے ۔ یہ کابل کو بجلی کی رسائی کا مکمل واحد ذریعہ ہے ۔ جہادی احزاب کے آپس میں کشت وخون کے دوران یہ مقام بین الاقوامی ذرائع ابلاغ میں کافی شہرت حاصل کر چکا تھا ۔ جسکی وجہ یہ تھی کہ جو فریق بجلی کے اس اہم رسدگاہ پر قابض ہوجاتا وہ مخالف فریق جس کا غلبہ کابل شہر پر ہوتا کے دشمنی میں یہیں سے بجلی کی رسد منقطع کر کے پورے کابل شہر کو کئی کئی مہینے بجلی سے محروم کردیتا ۔ پاور ہاؤس کے اندر ایک ہال میں نماز کے لیے چبوترا بنا ہوا تھا اسی جگہ ساتھیوں نے عصر کی نماز ادا کر کے اس وسیع وعریض عمارت پر تباہی وبربادی کے جو آثار نمایاں تھے اس کو دیکھنے میں مصروف ہوگئے ۔ افسوس اور حیرت کا مقام یہ کہ اپنے ہم وطن مسلمانوں نے آپس کی لڑائیوں کے دوران اس عوام الناس کے رفاہی ادارہ کو بھی نہ بخشا اور تمام عمارت اسکی مضبوط قلعہ نما دیواریں گولیوں کا نشانہ بن کر چھلنی کا منظر پیش کررہی تھیں ۔ یہ تو اللہ کی مہربانی تھی کہ پاور ہاؤس کے جنریٹر و دیگر آلات اس آگ برسانے والی تباہی سے محفوظ رہ کر بجلی کے پیداوار کو اب بھی طالبان گورنمنٹ نے بڑی تیزی سے بحال کردیا تھا ۔ وہاں موجود عملہ کے زبانی معلوم ہوا کہ طالبان جانباز جب اس جگہ کو فتح کرنے کے قریب تھے تو یار لوگوں نے ان کی پیش قدمی کے خوف سے اس ڈیم اور پاور ہاؤس کو اڑانے کیلئے ایک مخصوص جگہ بارود و دیگر تباہی کا سامان رکھ دیا تھا ۔ مگر طالبان کی آمد کا سن کر اس تیزی سے واپس بھاگنے میں عافیت سمجھی کہ ان کو اس تباہ کن ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کا موقع ہی نہ مل سکا ۔ اگر ان کو ذرا بھی موقع ملتا تو نہ صرف یہ اہم منصوبہ تباہ ہوجاتا بلکہ اس کے ریلے میں اپنے ہی مسلمان موت کے منہ میں پہونچ جاتے ۔ اور سینکڑوں بستیاں اجڑ کر یہ سیلابی اس سیلابی ریلے سے بدقسمت قوم مزید تباہی سے دوچار ہوجاتی ۔ مہیپر سے آگے پکے سڑک کے نشانات نظر آنے لگے پہاڑوں کا طویل وعریض سلسلہ ختم ہوکر افغانستان کے سرزمین پر قائم اسلامی سلطنت کے پایہ تخت " کابل " کو پہونچنے کا مرحلہ اب قریب تھا ۔ رفقاء انتہائی بے چینی اور ایمانی جوش وولولہ سے تھکا دینے والے سفر کے کلفتوں کو بھول کر سب کی نظریں دنیا کے نقشے پر ابھرنے والے ایک حقیقی اسلامی خطہ اور ملک کے دارالخلافہ کو دیکھنے کیلئے بے چین تھیں ۔ کابل کے حدود شروع ہونے پر سڑک کے درمیانی ایک بیریئر یعنی پھاٹک پر ہمیں روک کر وہاں ڈیوٹی پر موجود چند طالبان جن کے چہروں پر نورانی داڑھیاں ، سروں پر عمامے اور ہاتھوں میں اسلحہ لئے ہوئے تھے ۔ مختصر سی تلاشی لیکر ہمیں کابل میں داخل ہونے کی اجازت دی ۔ جلال آباد سے کابل تک یہی ایک پھاٹک کا ہمیں سامنا کرنا پڑا ، جس میں موجود اسلامی شعائر سے سرشار مجاہدین نے نہ ہمیں تنگ کیا نہ کسی سے رقم و پیسوں کا مطالبہ کیا اور نہ لوٹا ۔ حالانکہ اس شاہراہ پر طالبان کے آمد

سے قبل سابقہ جہادی قوتوں کے ہر کمانڈر نے قدم قدم پر اپنا سٹیٹ قائم کرنے کے بعد بے شمار چوکیاں، رکاوٹیں اور بیریرز بناکر کابل سے طورخم اور طورخم سے کابل جانے والی ہر گاڑی اور مسافر سے بزور اسلحہ سب کچھ چھیننے کے واقعات کیوجہ سے افغان قوم کے ایک ایک شہری اور ٹرانسپورٹ کیلئے اس بین الاقوامی شاہراہ پر سفر موت کو دعوت دینے کے مترادف تھا۔ ایک ایک ٹرک سے ہر پھاٹک پر ھزاروں بلکہ لاکھوں افغانی روپے بطور محصول لے کر اس سڑک کو عبور کرنا معمول بن چکا تھا۔ راتوں کو تو اس راستے پر سفر کرنے کا تصور بھی نہ تھا۔ نہ جان کی حفاظت کا بندوبست اور نہ مال کا، بلکہ جان ومال کے حفاظت کے نام پر سڑک پر رکاوٹیں قائم کرنے والے ڈاکو ولٹیرے بن کر اپنے ہم وطن مسلمانوں کے مال ومتاع کو لوٹتے رہے، اور اب شرعی نظام کی اجراء وحدود کے نفاذ سے ایسی پرامن فضا قائم ہوچکی ہے کہ دن رات بلاروک ٹوک آمدورفت جاری ہے۔ کاش اگر پاکستانی ارباب اقتدار واختیار بھی اگر اسلام کے قانون حدود وقصاص پر صدق دل سے عمل پیرا ہوکر اسکے تنفیذ کا اعلان کردیں تو سڑکوں پر بے دریغ لوٹ مار، قتل وغارتگری، دہشت گردی اور فتنہ وفساد کا مختصر وقت میں سدباب ہوکر یہ مملکت خداداد بھی امن وآشتی کے نعمت سے مالامال ہوسکتا ہے۔ طالبان کے معائنہ چوکی سے روانہ ہوکر کابل کے (ابتدائی علاقہ پل چرخی اور اسکے بعد انڈسٹریل سٹیٹ پر مشتمل ہے) کے حدود میں ہم داخل ہوئے۔ سورج غروب ہونے کو تھا پروگرام یہ بنا کہ نماز کابل کے مشہور جامعہ مسجد پل خشتی پہونچ کر پڑھنا ہے۔ اسی جلدی کیوجہ سے کسی اہم جگہ کو رک کر دیکھنا تو ممکن نہ تھا سڑک پر چلتے ہوئے اردگرد کے تاریخی، واقتصادی اہم مقامات خصوصاً کارخانہ جات کے تباہی اور کھنڈرات میں تبدیل ہونے کے مناظر سے وفد میں شامل تمام حضرات کے دل بےحد رنجیدہ ہوئے۔ (جاری ہے)

ضروری اطلاع

خریداران "الحق" سے مؤدبانہ گذارش کی جاتی ہے کہ خصوصی شمارہ کی ضخامت اور کثیراخراجات کے پیش نظر آپ مزید مبلغ ۲۰ روپے یا ۲۰ روپے کے ڈاک ٹکٹ ناظم الحق (نثار محمد) کے نام ارسال کریں۔ امید ہے کہ آپ دینی ادارہ کے ساتھ تعاون فرمائینگے۔ (شکریہ) ادارہ